***Journal of Religion & Society (JR&S)***
*Available Online:*
*https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index*
*Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X*
*Platform & Workflow by: Open Journal Systems*

# A Comparative Study of the Methodologies of ‘Ma‘arif al-Sunan’ and ‘Tuhfat al-Ahwadhi’ in Resolving Mukhtalif al-Hadith

# مختلف الحدیث کے حل میں ’معارف السنن‘ اور ’تحفۃ الاحوذی‘ کے مناہج کا تقابلی مطالعہ

**Dr. Hafiz Muhammad Hassan**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha.
muhammad.hassan@uos.edu.pk
**Dr. Hafiz Abdur Rahim**
Assistant Professor (V), Department of Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha.
rao.a.rahim@hotmail.com
**Dr. Muhammad Mohsin Mumtaz**
Assistant Professor (V), Department of Humanities, Comsats University, Lahore Campus, Lahore
mohsinmumtaz@cuilahore.edu.pk

**Abstract**
*This study offers a comparative analysis of the methodologies employed by ʿAbd al-Raḥmān al-Mubārakpūrī in Tuḥfat al-Aḥwadhī and Muḥammad Yūsuf al-Bannūrī in Maʿārif al-Sunan for addressing Mukhtalif al-Ḥadīth, particularly the apparent conflicts among Prophetic traditions in Jāmiʿ al-Tirmidhī. It examines the principles of jamʿ wa al-tawfīq (reconciliation), naskh (abrogation), and tarjīḥ (preference), with particular attention to the evidentiary criteria employed by both commentators. The study demonstrates that al-Mubārakpūrī predominantly follows the methodology of the hadith scholars, emphasizing isnād criticism, jarḥ wa-taʿdīl, narrator reliability, transmission routes, and the apparent meanings of the texts. Al-Bannūrī, by contrast, generally adopts a juristic and uṣūlī approach, seeking to reconcile apparently conflicting reports through contextual interpretation, specification, qualification, and consideration of juristic principles and established practice. The study further investigates the extent to which the intellectual and juridical orientations of the two scholars shape their interpretive choices and methods of resolving textual tensions. The findings indicate that, although the two commentaries employ different methodological emphases, they contribute complementary perspectives to the study of conflicting traditions: one foregrounds isnād-based hadith criticism, while the other gives greater prominence to textual, contextual, and juristic analysis. The study thus highlights the methodological diversity within the scholarly tradition of hadith commentary in the Indian subcontinent.*

***Keywords:*** *Mukhtalif al-Ḥadīth; Tuḥfat al-Aḥwadhī; Maʿārif al-Sunan; Hadith Methodology; Comparative Analysis.*

## تعارف

برصغیر پاک وہند کی علمی تاریخ میں علومِ حدیث کی ترویج واشاعت کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی مسندِ درس اور ان کی ہمہ گیر فکری تحریک کے بعد اس خطے میں کتبِ حدیث، خصوصاً صحاحِ ستہ کی شروح

وحواشی پر جو وقیع کام ہوا، اس نے برصغیر کو عالمِ اسلام میں تدریسِ حدیث کا ایک نمایاں مرکز بنا دیا۔[1] کتبِ حدیث میں امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ کی کتاب "الجامع" (سنن الترمذی) اپنی نوعیت کی منفرد تصنیف ہے، جس کی بنیادی خصوصیت فقہ الحدیث، فقہی مذاہب کا بیان اور احادیث کے مراتب وعلل کی صراحت ہے۔

بیسویں صدی کے اوائل میں جامع ترمذی کی تفہیم اور اس کے متون کی شرح میں برصغیر کے دو مختلف مکاتبِ فکر کی نمائندگی کرنے والی دو ضخیم اور شاہکار شروح منظرِ عام پر آئیں:

**"تحفۃ الاحوذی بشرح جامع الترمذی"**: مولانا محمد عبد الرحمن مبارکپوریؒ (متوفی 1935ء) کی یہ تالیف اہل الحدیث مکتبِ فکر کے منہج کی ترجمان ہے، جس میں ظاہرِ نص سے تمسک، اسنادی نقد اور مسلکِ حنفی کے قیاسی واصولی استدلالات پر کڑی گرفت کی گئی ہے۔[2]

**"معارف السنن شرح سنن الترمذی"**: علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ (متوفی 1977ء) کی یہ تصنیف حنفی / دیوبندی علمی روایت کی نمائندہ ہے، جو درحقیقت امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے دروس اور تحقیقات کا نچوڑ ہے؛ اس میں قواعدِ فقہ، کتبِ اصول اور تطبیقِ نصوص کے ذریعے حنفی اجتہادات کی حدیثی نصرت پیش کی گئی ہے۔[3]

اس پس منظر میں بنیادی علمی و تحقیقی مسئلہ نصوصِ حدیث کے مابین پیدا ہونے والے ظاہری تعارض، یعنی "مختلف الحدیث" کے حل کے طریقہ کار سے متعلق ہے۔ جب ایک ہی مسئلے میں دو بظاہر متضاد احادیث مروی ہوں، تو شارح کا فکری، اصولی اور کلامی پس منظر اس تعارض کو دور کرنے کے طریقۂ کار پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ زیرِ نظر تحقیق کا بنیادی مسئلہ یہ جانچنا ہے کہ ان دونوں جلیل القدر شارحین نے جامع ترمذی کی متعارض نصوص کو حل کرتے وقت علمِ اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ کے طے شدہ ضوابط کو کس قدر برتا ہے، اور کن مقامات پر ان کی اصولی ترجیحات یا مسلکی وابستگی نے ترجیح و تاویل کے ترازو کو متاثر کیا ہے۔

## اہمیتِ موضوع

علمِ حدیث کی تمام شاخوں میں "علمِ مختلف الحدیث" کو انتہائی دقیق اور نازک ترین فن مانا گیا ہے، جس میں کمال صرف اسی عالم کو حاصل ہوتا ہے جو بیک وقت علمِ روایت (اسناد و علل) اور علمِ درایت (فقہی قواعد و دلالاتِ الفاظ) پر مکمل دسترس رکھتا ہو۔[4]

---

[1] ۔عبد الحی بن فخر الدین الحسنی، نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر [بیروت: دار ابن حزم، ۱۹۹۹ء]، ۸/۱۱۹۵–۱۱۹۸
'Abd al-Hayy al-Hasani, *Nuzhat al-Khawatir wa Bahjat al-Masami' wa al-Nawazir* [Beirut: Dar Ibn Hazm, 1999], 8:1195–1198

[2] ۔محمد عبد الرحمن المبارکپوری، تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي [بیروت: دار الكتب العلميه، ۱۹۹۰ء]، ۱/۳–۷
Muhammad 'Abd al-Rahman al-Mubarakpuri, *Tuhfat al-Ahwadhi bi-Sharh Jami' al-Tirmidhi* [Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1990], 1:3–7

[3] ۔سید محمد یوسف البنوری، معارف السنن شرح سنن الترمذي [کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۱۳ھ]، ۱/۳–۸ Sayyid Muhammad Yusuf al-Bannuri, *Ma'arif al-Sunan Sharh Sunan al-Tirmidhi* [Karachi: H. M. Saeed Company, 1992], 1:3–8

[4] ۔ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن ابن الصلاح، علوم الحديث، تحقيق: نور الدين عتر [دمشق: دار الفكر، ۱۹۸۶ء]، ۲۸۴–۲۸۷
Ibn al-Salah, *'Ulum al-Hadith*, ed. Nur al-Din 'Itr [Damascus: Dar al-Fikr, 1986], 284–287

اس مقالے کی بنیادی اہمیت درج ذیل پہلوؤں سے نمایاں ہوتی ہے:

برصغیر میں حنفی اور اہل الحدیث مکاتبِ فکر کے مابین مباحث عموماً مناظرانہ انداز میں رہے ہیں۔ یہ تحقیق روایتی مسلکی جانبداری سے بالاتر ہو کر ایک خالص اکیڈمک اور غیر جانبدارانہ زاویے سے دونوں شروح کے اصولِ استدلال اور طریقۂ ترجیح کا تقابلی محاکمہ کرتی ہے۔

نیز یہ مقالہ واضح کرتا ہے کہ کس طرح ایک محدث متصادم نصوص کے حل کے لیے محض اسناد کی صحت وضعف کو حتمی معیار بناتا ہے، جبکہ ایک فقیہ اسناد کے ساتھ ساتھ متنی علل، قیاسِ شرعی اور عمومِ بلویٰ جیسے قواعدِ فقہ کو نصوص کے فہم کے لیے ناگزیر گردانتا ہے۔ اس فکری تقابل کو سمجھنا نصوصِ شریعت کے ہمہ گیر فہم کے لیے کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔

## سابقہ لٹریچر کا تنقیدی جائزہ

جامع ترمذی، علامہ مبارکپوریؒ اور علامہ بنوریؒ کی خدمات پر الگ الگ گراں قدر علمی کام موجود ہے:

علامہ مبارکپوریؒ کی حیات اور خدمات پر متعدد تحقیقی مقالات لکھے گئے ہیں، جن میں ان کے تلمیذِ خاص مولانا محمد عبد العلی رحمانیؒ اور بعد کے محققین نے ان کی اسنادی تحقیقات، نقدِ رجال اور دفاعِ سنت کے اسلوب کو اجاگر کیا ہے۔[5]

علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کی تالیف "معارف السنن" کے حوالے سے جامعہ کراچی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد اور دیگر جامعات میں مقالات تحریر کیے گئے ہیں، جن میں علامہ بنوری کے تفسیری وحدیثی رجحانات اور فقہِ حنفی کی خدمت کا احاطہ کیا گیا ہے۔

مذکورہ تمام سابقہ مطالعات عمومی نوعیت کے ہیں جو یا تو کسی ایک شخصیت کی سوانح اور علمی کارناموں کے احاطے تک محدود ہیں یا پھر ان کی پوری شرح کے عمومی خدوخال کا جائزہ لیتے ہیں۔ اب تک کسی مستقل تقابلی اور بین المذاہب تحقیقی مطالعے میں خاص طور پر "مختلف الحدیث" کے پیچیدہ مسئلے کو بنیاد بنا کر دونوں شروح کے حل کے مناہج، جمع وتطبیق کے اصولوں اور نقدِ اسناد بمقابلہ نقدِ متن کے باہمی وزن کا آمنے سامنے تقابلی اور تجزیاتی محاکمہ نہیں کیا گیا۔ زیرِ نظر مقالہ اس تحقیقی خلا کو پر کرتے ہوئے خالصتاً اصولی اور تقابلی فریم ورک کے تحت دونوں شروح کی تطبیقی جہات کا جائزہ لیتا ہے۔

یہ مقالہ درج ذیل بنیادی سوالات کے علمی جوابات تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے:

1۔ مختلف الحدیث کے تناظر میں علامہ مبارکپوریؒ اور علامہ بنوریؒ کے ہاں دفعِ تعارض کے اصولی مناہج (جمع و توفیق، نسخ اور ترجیح) کی ترتیبی ترجیحات کیا ہیں اور دونوں کس طریقے کو اولیت دیتے ہیں؟

---

[5] ابو الفضل محمد عبد العلی الرحمانی، البشیر فی ترجمۃ الشیخ محمد عبد الرحمن المبارکپوری [بنارس: المکتبۃ السلفیہ، ۱۹۸۳ء]، ۴۵–۵۲
Abu al-Fadl Muhammad ‘Abd al-‘Ali al-Rahmani, *Al-Bashir fi Tarjamat al-Shaykh Muhammad ‘Abd al-Rahman al-Mubarakpuri* [Benares: Al-Maktabah al-Salafiyyah, 1983], 45–52

2۔ متصادم نصوص کے حل میں اسنادی نقد و ضعفِ روایت کے مقابلے میں متنی و فقہی قواعد اور عملِ امت کو دونوں شارحین کے ہاں کیا علمی و عملی وزن حاصل ہے؟

3۔ دونوں شارحین کی مسلکی وابستگی اور فکری پس منظر نے نصوص کی تاویل اور وجوہِ ترجیح کے انتخاب پر کیا اثرات مرتب کیے ہیں، اور ان کے ہاں علمی اعتدال کا تناسب کیا ہے؟

جامع ترمذی کے ابواب کی وسعت کے پیشِ نظر اس مقالے کا عملی و تطبیقی دائرہ کار منتخب اختلافی فقہی نصوص تک محدود رکھا گیا ہے، خصوصاً **کتاب الطہارۃ** (مثلاً: مسِ ذکر سے وضو کے وجوب و عدمِ وجوب کی متضاد احادیث) اور **کتاب الصلاۃ** (مثلاً: فاتحہ خلف الامام اور رفع الیدین عند الرکوع سے متعلق متعارض روایات)۔ یہ وہ بنیادی ابواب ہیں جہاں دونوں مکاتبِ فکر کے اصولِ تعارض اور طرقِ ترجیح پوری علمی گہرائی اور وضاحت کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔

## مختلف الحدیث کا مفہوم اور تعارض کی حقیقت

عربی لغت میں "مختلف" کا مادہ "خ-ل-ف" ہے، جس کے معنی ضد ہونے اور باہمی موافقت کے ختم ہونے کے ہیں۔ اصطلاحِ اصول میں اس سے مراد دو یا دو سے زائد ایسی مقبول اور ثابت شدہ احادیث ہیں جن کے معانی و احکام بظاہر ایک دوسرے کے متناقض معلوم ہوں۔[6]

جمہور علمائے امت کے نزدیک نصوصِ شریعت میں "تعارضِ حقیقی" قطعی طور پر ناممکن ہے، کیونکہ کلامِ نبوت وحیِ الٰہی کی تشریح ہے جس میں تناقض کا کوئی وجود نہیں ہو سکتا۔ احادیث کے درمیان نظر آنے والا تصادم دراصل "تعارضِ ظاہری" ہوتا ہے، جس کا سبب قاری یا مجتہد کے فہم کی کمزوری، احوال و اسبابِ ورود کی ناواقفیت، یا ناسخ و منسوخ کے عدمِ علم پر مبنی ہوتا ہے[7]

## مختلف الحدیث کے حل کے اصولی مناہج

متعارض احادیث کے حل کے لیے اسلامی فقہی روایت میں دو متوازی مناہج قائم ہیں:

### طریقۂ محدثین (جمہور شوافع وغیرہ):

اس منہج کی بنیاد مسلمہ قاعدہ "**إِعْمَالُ الْكَلَامِ أَوْلَى مِنْ إِهْمَالِهِ**" پر ہے۔ محدثین سب سے پہلے روایات کے درمیان **جمع و توفیق** کی کوشش کرتے ہیں؛ اگر یہ ممکن نہ ہو تو تاریخ کی روشنی میں **نسخ**، پھر اسنادی قوت کی بنیاد پر **ترجیح**، اور آخری چارہ کار کے طور پر **توقف** اختیار کرتے ہیں۔[8]

---

[6] ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن ابن الصلاح، علوم الحدیث، تحقیق: نور الدین عتر [دمشق: دار الفکر، ۱۹۸۶ء]، ۲۸۴–۲۸۶

Ibn al-Salah, *‘Ulum al-Hadith*, ed. Nur al-Din ‘Itr [Damascus: Dar al-Fikr, 1986], 284–286

[7] محمد بن ادریس الشافعی، اختلاف الحدیث، تحقیق: عامر احمد حیدر [بیروت: مؤسسة الكتب الثقافیہ، ۱۹۸۵ء]، ۲۰–۲۵

Muhammad ibn Idris al-Shafi‘i, *Ikhtilaf al-Hadith*, ed. ‘Amir Ahmad Haydar [Beirut: Mu’assasat al-Kutub al-Thaqafiyyah, 1985], 20–25

[8] بدر الدین محمد بن بہادر الزرکشی، البحر المحیط في أصول الفقه [کویت: وزارتِ اوقاف، ۱۹۹۲ء]، ۶/۱۱۳–۱۱۷

Badr al-Din al-Zarkashi, *Al-Bahr al-Muhit fi Usul al-Fiqh* [Kuwait: Ministry of Awqaf, 1992], 6:113–117

**طریقۂ فقہاء (خصوصاً احناف) :** حنفی اصولیین کے نزدیک ترجیحی ترتیب یہ ہے: کہ اولاً تاریخ معلوم ہونے پر 'النسخ' کو مدار بنایا جائے گا، تاریخ نامعلوم ہو تو خارجی و داخلی قرائن کے ذریعے 'الترجیح' کی راہ اپنائی جائے گی، اس کے بعد 'الجمع والتطبیق' کی سبیل تلاش کی جائے گی، اور جب دونوں پر بیک وقت عمل ممکن نہ رہے تو باہمی 'تساقط' کے قاعدے کے تحت اصل کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ احناف تاریخ معلوم ہونے پر نسخ اور ورنہ ترجیح کو جمع پر مقدم رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں وجوہِ ترجیح محض کثرتِ طرق تک محدود نہیں، بلکہ راوی کی فقاہت، قیاسِ جلی، عمومِ بلویٰ اور عملِ صحابہ کو ترجیح کا زبردست مدار مانا جاتا ہے۔[9]

## برصغیر کے شراح اور جامع ترمذی کی مرکزیت

برصغیر میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی فکری تحریک نے اسرارِ شریعت اور تطبیقِ روایات کا منظم اسلوب متعارف کرایا۔[10] چونکہ امام ابو عیسیٰ الترمذیؒ ابواب کے تحت ائمہ کے مختلف فقہی مذاہب، احادیث کے اسنادی مراتب اور علل کا تفصیلی احاطہ کرتے ہیں، اس لیے جامع ترمذی کی شرح لکھنا درحقیقت مختلف الحدیث کا عملی امتحان ہے۔

اس میدان میں علامہ عبد الرحمن مبارکپوریؒ نے "تحفۃ الاحوذی" میں طریقۂ محدثین کے مطابق اسناد کی جرح وتعدیل اور ظواہرِ نصوص سے استدلال کو ترجیح دی، جبکہ علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ نے "معارف السنن" میں طریقۂ فقہاء کے تحت قواعدِ فقہ اور متنی و معنوی تطبیقات کے ذریعے حنفی اجتہادات کو مدلل کیا۔ یوں یہ دونوں شروح برصغیر کی علمی روایت میں نصوص کے حل کے دو بنیادی مناہج کی کامل ترجمان بن کر ابھرتی ہیں۔

## تحفۃ الاحوذی اور معارف السنن کا تعارف و اجمالی منہج

جامع ترمذی کی تفہیم اور اس کے متون کی توضیح میں علامہ عبد الرحمن مبارکپوریؒ اور علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کی تالیفات برصغیر کے دو نمایاں علمی مکاتبِ فکر کے فکری و استدلالی رجحانات کی کامل عکاسی کرتی ہیں۔ دونوں شراح کے مناہج کا اجمالی تعارف درج ذیل ہے:

### علامہ عبد الرحمن مبارکپوریؒ اور "تحفۃ الاحوذی"

ابو العلیٰ محمد عبد الرحمن بن عبد الرحیم المبارکپوریؒ (متوفی 1935ء) برصغیر میں اہل الحدیث مکتبِ فکر کے صفِ اول کے محدث اور نامور محقق ہیں۔ انہوں نے سید نذیر حسین دہلویؒ کے حلقۂ درس سے فیض پایا اور اپنی علمی زندگی تدریسِ حدیث اور ردِّ

---

[9] علاء الدین عبد العزیز بن احمد البخاری، کشف الأسرار عن أصول فخر الإسلام البزدوي [بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۷ء]، ۸۰/۳–۸۵
'Ala' al-Din 'Abd al-'Aziz al-Bukhari, *Kashf al-Asrar 'an Usul Fakhr al-Islam al-Bazdawi* [Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1997], 3:80–85

[10] شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم الدہلوی، حجۃ اللہ البالغۃ، تحقیق: سید سابق [قاہرہ: دار الکتب الحدیثہ، ۱۹۵۲ء]، ۳۳۵/۱–۳۳۸
Shah Waliullah al-Dahlawi, *Hujjat Allah al-Balighah*, ed. Sayyid Sabiq [Cairo: Dar al-Kutub al-Hadithah, 1952], 1:335–338

بدعات کے لیے وقف کر دی۔[11] ان کا سب سے عظیم علمی شاہکار "تحفۃ الاحوذی بشرح جامع الترمذی" ہے جس نے انہیں عالمِ اسلام کے مایہ ناز شراحِ حدیث کی صف میں لا کھڑا کیا۔

علامہ مبارکپوریؒ کے منہجِ شرح کے بنیادی امتیازی خدوخال یہ ہیں کہ وہ ہر حدیث کی سندی حیثیت، رواۃ کے احوال اور مراتبِ صحت وضعف کو ائمۂ فن (مثلاً امام بخاریؒ، یحییٰ بن معینؒ، احمد بن حنبلؒ اور ابن حجر عسقلانیؒ) کے اقوال کی روشنی میں باریک بینی سے پرکھتے ہیں۔

ان کا بنیادی اصول یہ ہے کہ حدیث کے ظاہری اور صریح مفہوم پر عمل کیا جائے اور بلا دلیلِ قاطعہ تاویلاتِ کلامیہ یا قیاسی توجیہات سے احتراز برتا جائے۔ شرح کا غالب اسلوب تنقیدی اور مسلکی مناظرے سے ہم آہنگ ہے۔ وہ فقہِ حنفی کے فتاویٰ اور دلائل کا کڑی نظر سے جائزہ لیتے ہیں اور تقلیدِ شخصی کا پرزور رد کرتے ہوئے اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ ترجیح کا واحد معیار صرف قوی اور صحیح حدیث ہے۔[12]

**علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ اور "معارف السنن"**

محدثِ جلیل علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ (متوفی 1977ء) برصغیر میں حنفی / دیوبندی علمی روایت کے ممتاز ترین عالم، محقق اور جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے بانی ہیں۔ علامہ بنوری نے امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے علوم و معارف کی کامل نیابت کی اور ان کے علمی ورثے کو اپنی ضخیم شرح "معارف السنن شرح سنن الترمذی" کی صورت میں مدون کیا۔[13]

علامہ بنوری کے منہجِ شرح کی امتیازی خصوصیات درج ذیل ہیں:

وہ کسی بھی حدیث کی تشریح میں محض اسنادی مباحث پر نہیں رکتے بلکہ نصوص کے کلامی و اصولی مضمرات، عللِ حدیث اور فلسفۂ شریعت کا غائر مطالعہ پیش کرتے ہیں۔

یہ شرح دراصل علامہ انور شاہ کشمیری کے افادات کا ایسا بحرِ ناپیدا کنار ہے جس میں کتبِ اصول، کتبِ شروح اور ائمۂ سلف کی آراء کا عمیق تقابل ملتا ہے۔

علامہ بنوری کا مقصدِ تالیف یہ ثابت کرنا ہے کہ ائمۂ احناف کے اجتہادات اور قیاسات سنتِ ثابتہ، عملِ صحابہ اور نصوص کے مقاصد سے ہم آہنگ ہیں۔ وہ مختلف الحدیث کے مقامات پر حنفی مؤقف کے حق میں تطبیق و تاویل اور معنوی ترجیحات کے نادر

---

[11] ۔عبد الحی بن فخر الدین الحسنی، نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر [بیروت: دار ابن حزم، ۱۹۹۹ء]، ۸/۱۲۸۱–۱۲۸۳
‘Abd al-Hayy al-Hasani, *Nuzhat al-Khawatir wa Bahjat al-Masami‘ wa al-Nawazir* [Beirut: Dar Ibn Hazm, 1999], 8:1281–1283

[12] ۔محمد عبد الرحمن المبارکپوری، مقدمة تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي [بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۰ء]، ۱/۳۵۲–۳۵۶
Muhammad ‘Abd al-Rahman al-Mubarakpuri, *Muqaddimat Tuhfat al-Ahwadhi* [Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1990], 1:352–356

[13] ۔محمد تقی العثمانی، نقوشِ رفتگاں [کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۷ء]، ۶۲–۶۸
Muhammad Taqi Usmani, *Nuqoosh-e-Raftagan* [Karachi: Maktaba Ma‘ariful Quran, 2007], 62–68

اسالیب وضع کرتے ہیں اور معترضین (بالخصوص صاحبِ تحفۃ الاحوذی) کے اشکالات کا نہایت متین، اصولی اور وزنی علمی جواب دیتے ہیں۔[14]

## مختلف الحدیث کے قواعدِ حل میں دونوں شارحین کے مناہج کا تقابل

متعارض اور بظاہر باہم متصادم روایات کے مابین تطبیق، تصفیہ اور فہمِ نصوص کا عمل علومِ حدیث اور اصولِ فقہ کا نازک ترین مرحلہ شمار ہوتا ہے۔[15] جامع الترمذی کی تفہیم و تشریح کے دوران علامہ عبد الرحمن مبارکپوریؒ (صاحبِ "تحفۃ الأحوذی") اور علامہ محمد یوسف بنوریؒ (صاحبِ "معارف السنن") کے ہاں مختلف الحدیث کے قواعدِ حل کا جو اسلوب سامنے آتا ہے، وہ درحقیقت برصغیر کے علمی تناظر میں محدثانہ اور حنفی اصولی مکاتبِ فکر کا نمائندہ موازنہ پیش کرتا ہے۔

### 1۔ طریقۂ جمع و توفیق

تعارض کے تدارک میں دونوں شارحین کے ہاں پہلا مرحلہ اگرچہ احادیث کو باہم موافق بنانے کا ہے، تاہم جمع کی ماہیت اور اس کے اصولی دائرۂ کار میں دونوں کے مابین جوہری بعد پایا جاتا ہے۔ علامہ عبد الرحمن مبارکپوری کا طرزِ عمل ظاہرِ نص کے التزام اور خالص لفظی دلالت کے تحفظ پر قائم ہے۔ وہ تعارض کے حل کے لیے دور از کار تاویلات یا اصولی پیچیدگیوں میں پڑنے کے بجائے اکثر اوقات "تعددِ احوال" یا "تنوعِ وقائع" کا سہارا لیتے ہیں[16]؛ یعنی ایک حدیث کو کسی مخصوص واقعے یا انفرادی حالت پر محمول کرتے ہیں اور دوسری نص کو اس کے عموم و ظاہر پر برقرار رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک جب تک نص کا لفظی و لغوی معنی بدونِ تعارض قائم رہ سکتا ہو، تب تک مجاز، تخصیصِ عام یا تقییدِ مطلق کے ایسے تکلفات سے گریز لازم ہے جن کی صریح سند کلامِ نبوی میں موجود نہ ہو۔ اس التزام کے باعث ان کے ہاں جمع کا دائرہ الفاظ کی حد تک محدود اور محتاط رہتا ہے۔

اس کے برعکس، علامہ محمد یوسف بنوریؒ کے ہاں طریقۂ جمع محض دو جملوں کا لفظی ربط نہیں بلکہ شریعت کے کلی مزاج، مقاصدی ہم آہنگی اور فقہی قواعد کا ایک وسیع مرقع ہے۔ علامہ بنوری حنفی اصولی روایت کے غواص ہیں؛ لہٰذا وہ نصوص کے باہمی تضاد کو رفع کرنے کے لیے تخصیصِ عام، تقییدِ مطلق، اور مجازِ شرعی کے اصولی اوزار کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔[17] وہ ظاہرِ نص کے جمود کو توڑتے ہوئے شارع کے مقاصد اور فقہی حکمتوں کو استنباط کا بنیادی محور بناتے ہیں۔ ان کے نزدیک حدیث کے الفاظ تشریعی نظام سے الگ تھلگ نہیں ہوسکتے؛ چنانچہ وہ کلامی و اصولی نکتہ رسی کے ذریعے ایسی مقاصدی تاویلات پیش کرتے ہیں جن

---

[14] ۔سید محمد یوسف البنوری، معارف السنن شرح سنن الترمذي [کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۱۳ھ]، ۱/۷–۱۱

Sayyid Muhammad Yusuf al-Bannuri, *Ma'arif al-Sunan Sharh Sunan al-Tirmidhi* [Karachi: H. M. Saeed Company, 1992], 1:7–11

[15] ۔ ابن الصلاح، علوم الحديث، ص: ۲۸۴–۲۸۶

Ibn al-Ṣalāḥ, *'Ulūm al-Ḥadīth*, pp. 284–286

[16] ۔المباركپوري، تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي، ۱: ۳۱۴–۳۱۸

al-Mubārakpūrī, *Tuḥfat al-Aḥwadhī bi-Sharḥ Jāmi' al-Tirmidhī*, 1:314–318

[17] ۔البنوري، معارف السنن شرح جامع الترمذي، ۱: ۴۸–۵۲

Binnawrī, *Ma'ārif al-Sunan Sharḥ Jāmi' al-Tirmidhī*, 1:48–52

سے نہ صرف روایت کی داخلی روح محفوظ رہتی ہے بلکہ فقہِ حنفی کی متوارث تعبیرات کو بھی ایک مضبوط نظریاتی بنیاد میسر آتی ہے۔[18]

### 2۔ طریقۂ نسخ اور اثباتِ تاریخ

جمع و توفیق کی راہ مسدود ہونے پر جب نسخ کی اصولی سبیل تلاش کی جاتی ہے، تو دونوں شراح کے ہاں دعویٰ نسخ کا معیار اور تاریخِ ورودِ حدیث کی تعیین کا منہج جداگانہ رخ اختیار کر لیتا ہے۔ علامہ مبارکپوریؒ کے نزدیک نسخ ایک ایسا استثنائی حکم ہے جس کے ذریعے ایک شرعی نص کا دائمی نفاذ ختم ہوتا ہے، اس لیے وہ دعویٰ نسخ کے ثبوت میں انتہائی سخت شرائط عائد کرتے ہیں۔ ان کا استدلال محض قیاس، فقہی ترجیح، یا راوی کے اپنے طرزِ عمل سے نسخ ثابت کرنے کے خلاف ہے۔ وہ اس امر پر مصر ہیں کہ تاریخِ متأخر کا تعین یا تو کسی صریح مرفوع نص (جیسے "کنت نھیتکم...") سے پایۂ ثبوت کو پہنچے، یا پھر کسی ایسی مسند تاریخی شہادت و مغازی کے واقعے سے عیاں ہو جس پر محدثین کا اتفاق ہو[19].

دوسری جانب، علامہ بنوریؒ نسخ کے اثبات میں متقدمینِ احناف کے اصولی منہج کی پیروی کرتے ہوئے عملِ صحابہ، تعاملِ امت، اور ائمۂ کوفہ کے فتاویٰ کو تاریخِ ورود کا بنیادی اور معتبر ترین قرینہ گردانتے ہیں۔[20] ان کے نزدیک اگر کسی صحابی کا عمل اپنی ہی بیان کردہ روایت کے خلاف تسلسل سے ثابت ہو، تو یہ اس بات کی بین دلیل بن جاتا ہے کہ بعد کے دور میں وہ حکم منسوخ ہو چکا تھا اور صحابی کا یہ رویہ درحقیقت اسی ناسخ علم کی روشنی میں تھا۔[21] اس کے ساتھ ساتھ وہ تشریع کے تدریجی مراحل، معاشرتی ارتقاء، اور مدنی دور کی آخری زندگی کے احوال کو مدنظر رکھ کر تاریخ کا ایسا فکری و درایتی تعاقب کرتے ہیں جو تاریخ کے محض وقتی سنین کے شمار کے بجائے تشریعی روح کے تاریخی تسلسل کو واضح کرتا ہے۔

### 3۔ طرقِ ترجیح کا موازنہ

جب نصوص کے مابین جمع مفقود ہو اور تاریخِ ورود کی عدمِ معرفت کے باعث نسخ کا اطلاق بھی ممکن نہ رہے، تو دونوں ائمہ کے ہاں ترجیح کا پیمانہ ان کے فکری و اصولی پس منظر کی واضح ترجمانی کرتا ہے:

**اسنادی ترجیحات (علامہ مبارکپوری کا محدثانہ اسلوب):**

---

[18] الكشميري، فيض الباري على صحيح البخاري، مع حاشية البنوري، ١: ٦٨–٧٠
al-Kashmīrī, *Fayḍ al-Bārī ʿalā Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 1:68–70

[19] المباركپوري، تحفة الأحوذي، ٢: ١٩٤–١٩٨
Mubārakpūrī, *Tuḥfat al-Aḥwadhī*, 2:194–198

[20] البنوري، معارف السنن، ١: ١٨٥–١٩٠
Binnawrī, *Maʿārif al-Sunan*, 1:185–190

[21] السرخسي، أصول السرخسي، ١: ٧٦–٧٨
al-Sarakhsī, *Uṣūl al-Sarakhsī*, 1:76–78

علامہ مبارکپوریؒ کے ہاں ترجیح کا حتمی اور بنیادی معیار ائمہ جرح وتعدیل کے فیصلے، عللِ حدیث کی تفتیش اور اسناد کی ظاہری قوت ہے۔ ان کے نزدیک راویوں کا اتقان وحفظ، کثرتِ طرق، اتصالِ سند اور روایت کا شذوذ و اضطراب سے پاک ہونا وہ بنیادی صفات ہیں جو کسی دوسری روایت پر فائق ہوتی ہیں۔ اگر ایک طرف کوئی سنداً صحیح یا اعلیٰ درجے کی حدیث موجود ہو اور دوسری طرف قیاس، عملِ امت، یا کسی ضعیف سند کی مؤید روایت ہو، تو وہ تاویلات کو پسِ پشت ڈال کر محض اسنادی برتری والی روایت کو راجح قرار دیتے ہیں۔[22]

**معنوی وفقہی ترجیحات (علامہ بنوری کا درایتی واصولی اسلوب):**

علامہ بنوریؒ ترجیح کے باب میں اسناد کی جانچ کے ساتھ ساتھ متنی ومعنوی شواہد کو فوقیت دیتے ہیں۔ وہ حنفی اصولی قواعد کی روشنی میں ان روایات کو ترجیح دیتے ہیں جنہیں "عمومِ بلویٰ" (عامۃ الناس کو درپیش عمومی ضرورت) کی تائید حاصل ہو، کیونکہ ان کے نزدیک عمومی نوعیت کے مسائل میں شاذ یا کمزور متنی روایات قیاسِ جلی اور قواعدِ کلیہ کے سامنے نہیں ٹھہر سکتیں۔[23] اس کے علاوہ قرآنِ مجید کے عمومی قواعد سے مطابقت، قیاسِ اصولی کی روشنی، اور اہل کوفہ وخلفائے راشدین کے متصل تعامل کو وہ ایک ایسا قطعی ترجیحی معیار مانتے ہیں جو کسی روایت کی اسنادی کمزوری کا ازالہ کر کے اسے دوسری بظاہر صحیح الاسناد روایات پر ترجیح دے دیتا ہے۔[24]

**جامع ترمذی کے منتخب ابواب سے تطبیقی وتقابلی مطالعہ**

کسی بھی شارح کے اصولی منہج کی حقیقی آزمائش اور اس کی عملی تفہیم اس وقت ممکن ہوتی ہے جب نظری قواعد کو فقہی اور حدیثی فروعات پر منطبق کر کے پرکھا جائے۔ جامع ترمذی کے ابواب الطہارۃ والصلاۃ میں ایسے متعدد متنازع فیہ مسائل موجود ہیں جہاں نصوص کے مابین ظاہری تعارض نے کلاسیکی ومعاصر فقہاء کو مختلف آراء اختیار کرنے پر آمادہ کیا۔ ذیل میں تین اہم قضایا کے ذریعے علامہ عبد الرحمن مبارکپوری اور علامہ سید محمد یوسف بنوری کے استدلالی وترجیحی مناہج کا آمنے سامنے تقابل پیش کیا جاتا ہے:

**قضیہ اول (طہارت): "مسِ ذکر سے وضو کا مسئلہ"**

اس مسئلے میں جامع ترمذی کے اندر دو بظاہر متضاد احادیث مروی ہیں:

**1۔ حدیثِ بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا:** نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنی شرمگاہ کو چھوئے وہ وضو کرے"۔[25]

---

[22] المباركپوري، تحفة الأحوذي، ١: ٥٢
Mubārakpūrī, *Tuḥfat al-Aḥwadhī*, 1:52

[23] البزدوي، أصول البزدوي، ص: ١٦١
al-Bazdawī, *Uṣūl al-Bazdawī*, p. 161

[24] البنوري، معارف السنن، ٢: ٣٥٠–٣٥٥
Binnawrī, *Maʿārif al-Sunan*, 2:350–355

[25] الترمذی، الجامع الكبير، ١٠٩/١، رقم الحديث: ٨٢

**2۔حدیثِ طلق بن علی رضی اللہ عنہ** :ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں مسِ ذکر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:"کیا وہ تمہارے ہی جسم کا ایک ٹکڑا نہیں ہے؟"۔[26]

### منہج"تحفۃ الاحوذی"(ترجیح ونسخ):

علامہ مبارکپوریؒ نے یہاں طریقۂ محدثین پر سختی سے عمل کرتے ہوئے سب سے پہلے اسناد کی جانچ کی۔ انہوں نے ائمۂ جرح و تعدیل کے اقوال نقل کر کے حدیثِ بسرہ کو اسنادی طور پر اصح اور راجح قرار دیا اور اس کے لیے متعدد صحابہ (ابوہریرہ، جابر، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم) کے شواہد پیش کیے۔ دوسری جانب انہوں نے حدیثِ طلق کے راوی قیس بن طلق پر بعض ائمہ کے کلام کو بنیاد بنا کر اس پر تضعیف کا حکم لگایا۔ علاوہ ازیں، انہوں نے تاریخِ ورود کی بنیاد پر نسخ کا دعویٰ کیا کہ طلق بن علی کی مدینہ آمد مسجدِ نبوی کی ابتدائی تعمیر کے وقت ہوئی تھی، جبکہ بسرہ بنت صفوان کا اسلام اور ان کی روایت عہدِ نبوی کے آخری دور سے تعلق رکھتی ہے؛ لہٰذا نقضِ وضو والی حدیث ناسخ اور عدمِ وضو کی روایت منسوخ ہے۔[27]

### منہج"معارف السنن"(تطبیق وعللِ متنیہ):

علامہ بنوریؒ نے طریقۂ فقہاء کے مطابق جمع و تطبیق اور نصوص کے باہمی ربط کو فوقیت دی۔ انہوں نے پہلے حدیثِ طلق کی اسنادی صحت کو ابن حبانؒ، ابن المدینیؒ اور طحاویؒ کے توثیقی اقوال سے ثابت کیا اور نسخ کے دعوے کو مسترد کیا کیونکہ نسخ کے لیے قطعی تاریخی تسلسل ضروری ہے۔ اس کے بعد انہوں نے دونوں نصوص میں تطبیق یوں دی کہ حدیثِ بسرہ میں وارد امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ نظافت واستحباب پر محمول ہے، یا یہ کہ مسِ ذکر سے وضو کا حکم اس وقت ہے جب وہ بشہوت ہو، جبکہ حدیثِ طلق کا اطلاق بلاشہوت مس کرنے پر ہے۔ علامہ بنوری نے فقہی قاعدے کے تحت حدیثِ طلق کے متنی جملے "إِنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِنْكَ" کو علتِ عقلیہ قرار دیا کہ جب انسانی ہاتھ اپنے ہی جسم کے کسی دوسرے عضو کو چھوتا ہے تو طہارت زائل نہیں ہوتی؛ لہٰذا یہ حدیث براءتِ اصلیہ اور قیاسِ صحیح کے عین مطابق ہے۔[28]

### قضیہ دوم (نماز):"فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ"

اس مبحث میں دو بنیادی احکام کے مابین تعارض واقع ہوتا ہے:

---

Al-Tirmidhi, *Sunan al-Tirmidhi*, 1:109, Hadith no. 82

[26] ۔ترمذی، الجامع الکبیر، ۱۱۴/۱، رقم الحدیث: ۸۵

Al-Tirmidhi, *Sunan al-Tirmidhi*, 1:114, Hadith no. 85

[27] ۔محمد عبد الرحمن المبارکپوری، تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي [بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۰ء]، ۲۳۱/۱–۲۳۹

Muhammad ‘Abd al-Rahman al-Mubarakpuri, *Tuhfat al-Ahwadhi bi-Sharh Jami‘ al-Tirmidhi* [Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1990], 1:231–239

[28] ۔سید محمد یوسف البنوری، معارف السنن شرح سنن الترمذي [کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۱۳ھ]، ۳۸۰/۱–۳۹۵

Sayyid Muhammad Yusuf al-Bannuri, *Ma‘arif al-Sunan Sharh Sunan al-Tirmidhi* [Karachi: H. M. Saeed Company, 1992], 1:380–395

1. **حدیثِ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ** :رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"اس شخص کی کوئی نماز نہیں جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی"۔[29]

2. **قرآنی حکم اور ممانعت کی احادیث** : قرآنِ کریم کا عمومی حکم:﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾[30] اور حدیثِ نبوی:"جس کا امام ہو تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے"۔[31]

- **منہج "تحفۃ الاحوذی" (تخصیصِ عام اور اسنادی جرح):**

علامہ مبارکپوریؒ نے امام شافعیؒ، امام بخاریؒ (کتاب القراءۃ خلف الامام) اور محدثین کے مسلک کو اختیار کرتے ہوئے حدیثِ عبادہ کے عموم سے استدلال کیا کہ فاتحہ نماز کا لازمی رکن ہے، خواہ نماز سرّی ہو یا جہری، اور نمازی امام ہو، منفرد ہو یا مقتدی۔ قرآنی آیت اور حدیثِ استماع کے تعارض کو انہوں نے اصولِ فقہ کے اس قاعدے کے تحت حل کیا کہ "خبرِ واحد کے ذریعے قرآن کے عام حکم کی تخصیص جائز ہے"۔ چنانچہ آیت کا حکمِ انصات فاتحہ کے علاوہ دیگر سورتوں کے ساتھ خاص کر دیا گیا۔ مزید برآں، انہوں نے حدیث "**مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ**" کے تمام اسنادی طرق پر تفصیلی نقد کر کے اسے منقطع اور معلول ثابت کرنے کی کوشش کی۔[32]

**منہج "معارف السنن" (اصولِ قطعیہ اور نصوص کا توارد):**

علامہ بنوریؒ نے حنفی اصول کی روشنی میں یہ اصولی قاعدہ قائم کیا کہ قرآنِ مجید کی قطعی نص (الاستماع والانصات) کو کسی ظنی خبرِ واحد سے مقید یا مخصص نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ احناف کے ہاں خبرِ واحد سے قرآنی حکم پر اضافہ یا تخصیص درحقیقت نسخ کے مترادف ہے۔ انہوں نے سلف، صحابہ اور مفسرین کے اجماع سے ثابت کیا کہ آیتِ انصات کا نزول نماز کے بارے میں ہوا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حدیثِ عبادہ کی تطبیق میں امام طحاویؒ اور کشمیریؒ کا مسلک اختیار کیا کہ یہ حکم منفرد یا امام کے لیے ہے، یا اس سے مراد مطلق نماز کی جنس کی تکمیل ہے۔ علامہ بنوریؒ نے حدیثِ جابر (قراءۃ الامام لہ قراءۃ) کے طرق کی تقویت میں حسن اور صحیح اسانید پیش کیں اور صحابہ و تابعین کے عملِ متوارث کو اس کے ثبوت کی قوی ترین دلیل قرار دیا۔[33]

**قضیہ سوم (نماز): "رکوع جاتے اور اٹھتے وقت رفع الیدین کا مسئلہ"**

---

[29] ۔ترمذی، *الجامع الکبیر*، ۳۳۶/۱، رقم الحدیث: ۲۴۷
Al-Tirmidhi, *Sunan al-Tirmidhi*, 1:336, Hadith no. 247

[30] ۔الاعراف: ۲۰۴

[31] ۔ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، *مسند الإمام أحمد بن حنبل*، تحقیق: شعیب الارنؤوط [بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ۲۰۰۱ء]، ۳۸۲/۲۳، رقم الحدیث: ۱۵۲۳۱
Ahmad ibn Hanbal, *Musnad al-Imam Ahmad ibn Hanbal*, ed. Shu'ayb al-Arna'ut [Beirut: Mu'assasat al-Risalah, 2001], 23:382, Hadith no. 15231

[32] ۔المبارکپوری، *تحفة الأحوذي*، ۱۱۵/۲–۱۳۰
Al-Mubarakpuri, *Tuhfat al-Ahwadhi*, 2:115–130

[33] ۔البنوری، معارف السنن، ۴۰۲/۲–۴۳۰
Al-Bannuri, *Ma'arif al-Sunan*, 2:402–430

یہ برصغیر کی فقہی و حدیثی تاریخ کے سب سے زیادہ زیرِ بحث آنے والے مسائل میں سے ایک ہے، جس میں دو متصادم روایات موجود ہیں:

1. **حدیثِ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما :** رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے، رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین فرماتے تھے۔[34]
2. **حدیثِ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ :** انہوں نے فرمایا: "کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ کے سوا دوبارہ ہاتھ نہیں اٹھائے"۔[35]

**منہج "تحفۃ الاحوذی" (ترجیحِ اثبات اور نقدِ اسناد):**

علامہ مبارکپوریؒ نے یہاں ترجیح کے دو بنیادی اسالیب اپنائے۔ پہلا اسلوب اسنادی کثرت کا ہے؛ یعنی حدیثِ ابن عمر کے طرق متواتر کے قریب ہیں اور اس پر ائمہ کا اتفاق ہے، جبکہ حدیثِ ابن مسعود پر امام عبد اللہ بن مبارک، امام شافعی، امام ابو حاتم اور امام دارقطنی نے اعلال کیا ہے کہ اس میں سفیان ثوری کو وہم ہوا ہے۔ دوسرا اسلوب اصولی قاعدے **"المُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِي"** (اثبات کرنے والی دلیل نفی کرنے والی پر مقدم ہوتی ہے) کا انطباق تھا؛ یعنی ابن عمر کا عمل نبوی فعل کے اثبات پر دلالت کرتا ہے جبکہ ابن مسعود کی روایت نفی پر، اور مثبت دلیل راوی کے زائد علم کا ثبوت ہونے کے سبب ترجیح پاتی ہے۔[36]

**منہج "معارف السنن" (دفاعِ اسناد اور عملِ مستمر):**

علامہ بنوریؒ نے امام ترمذیؒ کی جانب سے حدیثِ ابن مسعود کو "حدیثٌ حسن" قرار دینے کی تائید کرتے ہوئے اس کے تمام راویوں (عاصم بن کلیب، عبد الرحمن بن اسود اور علقمہ) کی مسلمہ ثقاہت کتبِ رجال سے ثابت کی اور سفیان کے وہم کے الزام کو ائمۂ فن کے اصولوں کے خلاف قرار دیا۔ ترجیح کے ضمن میں انہوں نے تاریخی تدریج کا نظریہ پیش کیا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں نماز میں متعدد حرکات (رفع الیدین وغیرہ) جائز تھیں، لیکن بعد میں نماز کو خشوع اور سکون (السکون فی الصلاۃ) پر مبنی کیا گیا (جیسا کہ حدیثِ جابر بن سمرہ: "تمہیں کیا ہوا کہ تم سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اٹھاتے ہو، نماز میں سکون اختیار کرو" میں اشارہ ہے)۔ انہوں نے یہ مدلل ترجیح قائم کی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما جیسے کبارِ فقہائے صحابہ اور اہلِ کوفہ کا مسلسل عدمِ رفع پر عمل پیرا رہنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آخری نبوی عمل ترکِ رفع پر مستقر ہوا تھا۔[37]

---

[34] ترمذی، الجامع الکبیر، ۳۴۵/۱، رقم الحدیث: ۲۵۵
Al-Tirmidhi, *Sunan al-Tirmidhi*, 1:345, Hadith no. 255

[35] ترمذی، الجامع الکبیر، ۳۴۸/۱، رقم الحدیث: ۲۵۷
Al-Tirmidhi, *Sunan al-Tirmidhi*, 1:348, Hadith no. 257

[36] المبارکپوری، *تحفة الأحوذي*، ۹۳/۲–۱۱۴
Al-Mubarakpuri, *Tuhfat al-Ahwadhi*, 2:93–114

[37] البنوری، معارف السنن، ۴۵۰/۲–۴۹۵

## خلاصہ بحث

تحقیق سے یہ بنیادی نکتہ ثابت ہوتا ہے کہ علامہ عبد الرحمن مبارکپوریؒ کا فکری رجحان طریقۂ محدثین کے مطابق ترجیح دینے کی طرف ہے۔ وہ نصوص کے تعارض کے وقت اسناد کی جانچ، جرح و تعدیل اور ضعفِ راوی کی بنیاد پر ایک روایت کو راجح اور دوسری کو مرجوح یا معلول قرار دے کر فیصلہ کرتے ہیں۔ اس کے برعکس، علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کا رجحان طریقۂ فقہاء اور اصول کے مسلمہ قاعدے "إعمال الكلام أولى من إهماله" پر قائم ہے؛ وہ متعارض نصوص کو ساقط کرنے کے بجائے تاویل، تخصیص، تقیید اور احوال کے تنوع پر محمول کر کے دونوں پر بیک وقت عمل کی راہ نکالتے ہیں۔

علامہ مبارکپوریؒ کا استدلال خالصتاً اسنادی قواعد، تخریجِ احادیث اور نصوص کے ظاہری الفاظ (منطوق) تک محدود رہتا ہے؛ وہ فہمِ حدیث میں کلامی توجیہات یا قیاسی استدلالات کو مسترد کرتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں، علامہ بنوریؒ فقہی باریک بینی، عللِ متنیہ کی غواصی اور اصولِ فقہ کے کلی ضوابط (جیسے عمومِ بلویٰ، قیاسِ جلی، اور براءتِ اصلیہ) کو متن کے فہم کا لازمی جزو قرار دیتے ہیں اور کتبِ اصول کے فریم ورک میں حدیث کی توجیہ پیش کرتے ہیں۔

علامہ مبارکپوریؒ کے نزدیک کسی بھی روایت پر عمل کا مدار محض سند کی فنی صحت پر ہے؛ اگر سند منقطع یا متکلم فیہ ہو تو وہ ساقط الاعتبار ٹھہرتی ہے، خواہ اس پر صحابہ و تابعین کا کتنا ہی عمل کیوں نہ رہا ہو۔ اس کے برعکس، علامہ بنوریؒ کے ہاں اگر کسی روایت کی سند میں کمزوری یا ارسال بھی ہو لیکن امت کا توارث، اہلِ کوفہ کا تعامل یا کبارِ صحابہ کا عمل اس کی پشت پناہی کر رہا ہو، تو وہ نصوص کے تعارض کے وقت قوی ترین وجہِ ترجیح بن جاتی ہے۔

مختلف الحدیث کو سلجھاتے وقت علامہ مبارکپوریؒ تاریخی قرائن اور راوی کے قبولِ اسلام کے تقدم و تاخر کی بنیاد پر جلد دعویٔ نسخ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں (جیسا کہ مسِ ذکر کے مسئلے میں انہوں نے حدیثِ طلق کو منسوخ قرار دیا)۔ اس کے برعکس، علامہ بنوریؒ نسخ کے لیے صریح اور قطعی تاریخی ثبوت کو شرط قرار دیتے ہیں اور کمزور تاریخی قیاسات سے نصوص کو منسوخ ٹھہرانے کے بجائے معنوی تطبیق کو اولیت دیتے ہیں۔

دونوں شراح کے مناہج پر ان کے فکری و مسلکی پس منظر نے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ علامہ مبارکپوریؒ کا اسلوب مناظرانہ اور فقہِ حنفی کے قیاسی فیصلوں پر کڑی تنقید سے عبارت ہے، جہاں وہ ترجیحِ اسناد کو حنفی مسلک کے رد کا بنیادی ذریعہ بناتے ہیں۔ دوسری طرف، علامہ بنوریؒ علامہ انور شاہ کشمیری ؒ کے علوم کی نیابت کرتے ہوئے فقہِ حنفی کی ہر جزئی کو سنتِ ثابتہ سے ہم آہنگ ثابت کرنے کی مدافعت میں بعض اوقات ایسی دور از کار اور متکلفانہ تاویلات کا سہارا لیتے ہیں جن سے خالص متنی نقد متاثر ہوتا ہے۔

## مصادر و مراجع

Al-Bannuri, *Ma'arif al-Sunan*, 2:450–495

1. القرآن الکریم
2. ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی۔ "فتح الباري بشرح صحيح البخاري"۔ تحقیق: محب الدین الخطیب۔ بیروت: دار المعرفہ، ۱۳۷۹ھ۔
3. ابن حنبل، ابو عبد اللہ احمد بن محمد۔ "مسند الإمام أحمد بن حنبل"۔ تحقیق: شعیب الارنؤوط۔ بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ۲۰۰۱ء۔
4. ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن۔ "علوم الحدیث"۔ تحقیق: نور الدین عتر۔ دمشق: دار الفکر، ۱۹۸۶ء۔
5. ابن قتیبۃ الدینوری، عبد اللہ بن مسلم۔ "تأویل مختلف الحدیث"۔ تحقیق: محمد زہری النجار۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۵ء۔
6. البخاری، علاء الدین عبد العزیز بن احمد۔ "كشف الأسرار عن أصول فخر الإسلام البزدوي"۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۷ء۔
7. البخاری، محمد بن اسماعیل۔ "الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وأیامہ"۔ بیروت: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ۔
8. البنوری، سید محمد یوسف۔ "معارف السنن شرح سنن الترمذي"۔ کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۱۳ھ۔
9. الترمذی، محمد بن عیسیٰ۔ "الجامع الكبير - سنن الترمذي"۔ تحقیق: بشار عواد معروف۔ بیروت: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔
10. التفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر۔ "شرح التلويح على التوضيح لمتن التنقيح في أصول الفقه"۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء۔
11. الحسنی، عبد الحی بن فخر الدین۔ "نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر"۔ بیروت: دار ابن حزم، ۱۹۹۹ء۔
12. الرحمانی، ابو الفضل محمد عبد العلی۔ "البشير في ترجمة الشيخ محمد عبد الرحمن المباركفوري"۔ بنارس: المکتبۃ السلفیہ، ۱۹۸۳ء۔
13. الزرکشی، بدر الدین محمد بن بہادر۔ "البحر المحيط في أصول الفقه"۔ کویت: وزارتِ اوقاف وامورِ اسلامیہ، ۱۹۹۲ء۔
14. السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل۔ "أصول السرخسي"۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۳ء۔
15. الشاطبی، ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ۔ "الموافقات في أصول الشريعة"۔ تحقیق: مشہور بن حسن آل سلمان۔ خُبر: دار ابن عفان، ۱۹۹۷ء۔

16. الشافعی، محمد بن ادریس۔ "اختلاف الحدیث"۔ تحقیق: عامر احمد حیدر۔ بیروت: مؤسسة الکتب الثقافیہ، ۱۹۸۵ء۔
17. الشافعی، محمد بن ادریس۔ "الرسالة"۔ تحقیق: احمد محمد شاکر۔ قاہرہ: مطبعة مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۴۰ء۔
18. شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم الدہلوی۔ "الإنصاف في بیان أسباب الاختلاف"۔ تحقیق: عبد الفتاح ابو غدہ۔ بیروت: دار النفائس، ۱۹۸۴ء۔
19. شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم الدہلوی۔ "حجة اللہ البالغة"۔ تحقیق: سید سابق۔ قاہرہ: دار الکتب الحدیثہ، ۱۹۵۲ء۔
20. الطحاوی، احمد بن محمد بن سلامہ۔ "شرح معاني الآثار"۔ تحقیق: محمد زہری النجار۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۷۹ء۔
21. العثمانی، محمد تقی۔ "نقوشِ رفتگاں"۔ کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۷ء۔
22. العینی، بدر الدین محمود بن احمد۔ "عمدة القاري شرح صحیح البخاري"۔ بیروت: دار إحیاء التراث العربی، ۲۰۰۳ء۔
23. کریسویل، جان ڈبلیو۔ اور جے ڈیوڈ کریسویل۔ "تحقیقی خاکہ: کیفی، کمی اور مخلوط طریقے"۔ پانچواں ایڈیشن۔ تھاؤزنڈ اوکس: سیج پبلیکیشنز، ۲۰۱۸ء۔
24. المبارکپوری، محمد عبد الرحمن۔ "تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي"۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۰ء۔
25. المبارکپوری، محمد عبد الرحمن۔ "مقدمة تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي"۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۰ء۔
26. مسلم بن الحجاج النیسابوری۔ "المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"۔ بیروت: دار إحیاء التراث العربی، ۱۹۵۵ء۔
27. النووی، شرف الدین یحییٰ بن شرف۔ "المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج"۔ بیروت: دار إحیاء التراث العربی، ۱۳۹۲ھ۔